مولانا عبدالمجید ندیم

علم و حکمت کی دنیا اداس ہو گئی

ابنِ امیر شریعت علامہ (حافظ عطاء المنعم) سید ابو معاویہ ابوذر بخاری ۲۳ اکتوبر تقریباً نصف شب داعی اجل کو لبیک کہہ کر قید حیات سے نجات پا گئے اور اپنے والد گرامی رحمہ اللہ کے پاس چل دیئے۔ سید ابوذر بخاری شباہت و جلالت میں اپنے والد کا عکس تھے۔ خود داری اور حمیت دین ان کی فطرت تھی۔ انہوں نے وقت کے بڑے بڑے جابروں اور متکبروں سے آنکھیں چار اور انکے دجل و تلبیس کے پردوں کو تار تار کیا۔ انکی آنکھوں سے میں نے ہمیشہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو جھانکتے ہوئے دیکھا اور انکے چہرے پر امنڈتی ہوئی [illegible] سے امیر شریعت کی شوکت کی تنویر محسوس کی۔ بلاشبہ حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد انکی چاہتوں کے اسیر سید ابوذر بخاری کا چہرہ دیکھ کر اپنی دل و نگاہ کی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ جی نے ایک بار تصویر کھینچنے والے سے کہا میری تصویر کیا لیتے ہو، یہ ہے میری تصویر (اور اشارہ کیا اپنے بیٹے ابوذر کی جانب)

وہ اپنے اسلاف کے فقر و غنا کے امین، علم و حکمت کے شناور، متانت و پاکیزگی کا مظہر تھے۔ اپنی ساری امیدیں اپنے رب سے وابستہ کئے ہوئے تھے۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ انہوں نے زندگی بڑے کٹھن مرحلوں اور دل گداز آزمائشوں سے گزر کر بسر کی۔ وہ اگر اپنی نسبت اور دینی حیثیت کو سیاست کی منڈی میں کیش کرانے کا راستہ اختیار کر لیتے تو شاید بڑے سے بڑا منصب انکے قدموں کی دھول بنتا لیکن وہ غیرت مند باپ کا غیور فرزند ثابت ہوا۔ اسے مروجہ سیاست راس نہ آئی۔ اور نہ ہی یہ کسی باضمیر انسان کے بس کا روگ ہے۔ کہ نہ دوستی کا کوئی معیار نہ دشمنی کا۔ بس جس سے مفادات وابستہ ہوئے اسے گلے کا ہار بنا لیا اور جونہی مطلب نکلا، تو کجا من کجا۔

سید ابوذر بخاری (جسے مرحوم لکھتے ہوئے قلم لرزہ براندام ہے) کی تمام ذہنی و فکری استعداد اصحاب و اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کام آئی۔ اس راہ میں انہوں نے تاریخ کی اتباع کو گمراہی قرار دیا اور باصرار یہ موقف منوانے پر قلم و زبان سے مصروف جہاد رہے کہ حلقہ رسالت کا محاکمہ تاریخ نہیں کر سکتی۔ یہ حق صرف اللہ کو ہے۔ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار کردہ انسانوں کے قلوب و اذہان کو پرکھے، ٹٹولے اور پھر ان کے STATUS کا تعین کرے، یہ سب کچھ ہو چکا، قرآن نے اللہ کی مرضی، اسکا فیصلہ ہمیں سنا دیا۔ اب ملوکیت کے زیر سایہ عصبیت کے سوداگر مؤرخین کون ہوتے ہیں اصحاب و اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محاکمہ کرنے والے؟

یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ طبری اور واقدی جیسے سبائیت کے مریض قلمکاروں کے جانبدارانہ تجزیہ کو معیار نا کر اصحاب و اہلبیت رسول علیہم الرضوان کے متعلق مثبت یا منفی رائے قائم کی جائے۔

کیا اس سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فرمودات قابل اعتماد نہیں یا اللہ کی کتاب کی وضاحتیں اطمینان بخش نہیں۔ مجھے سید ابوذر بخاری کا ایک خطاب نہیں بھولتا (ہری پور ہزارہ میں) جب انہوں نے فرمایا

"امت میں کوئی بھی شخص اصحاب و اہلبیت رسول سے زیادہ محترم نہیں، اگر کوئی اپنے خبث باطن کی تسکین کیلئے تاریخ کی آڑ میں حلقۂ رسالت پر تنقید کا کیچڑ اچھالنے کی جسارت کرتا ہے تو ہمارا یہ فرض منصبی ہے کہ ہم قرآن و سنت کی روشنی سے اسکا تعاقب کر کے ثابت کریں کہ اس نے محبت کی نظر سے نہیں بغض و عداوت کی نظر سے دیکھا ہے اور ظاہر ہے کہ محبت کی نظر محاسن دیکھتی ہے اور بغض کی نظر عیب تلاش کرتی ہے۔"

سید ابوذر بخاری ہمارا بہت بڑا فکری سرمایہ تھے اپنی سوچ اور ذوق میں بڑے کھرے اور سچے انسان تھے، جاہ پرستوں اور دنیا کے شیدائیوں میں وہ کبھی فٹ نہیں آئے۔ انکی محفل بڑی ہی زعفرانی اور معطر ہوا کرتی، علمی مباحث، اسلاف کے تذکروں اور قدیم و جدید حالات پر گفتگو کے ساتھ خوش مزاجی و بذلہ سنجی کا ایک سیلاب رواں دواں رہتا تھا، لیکن پچھلے کئی سالوں سے وہ مسلسل جسمانی اور ذہنی انحطاط کا مقابلہ کر رہے تھے، سیال کلینک میں زیر علاج تھے تو میں عیادت کو حاضر ہوا۔ انکے فرزند محمد معاویہ نے دروازہ کھولا کہ وہی انکے آخری دنوں کے انیس و غمگسار تھے۔ بیڈ پر عصرِ حاضر کے محقق اعظم کی تنہائی اور چہرے پر شریفانہ سکوت نے مار ڈالا۔ میں بے ساختہ رو دیا، اور دیر تک روتا رہا۔ واقعی یہ دنیا با ضمیر انسانوں کیلئے قید خانہ ہے۔ سید صاحب میری آزردگی اور قلق کو سمجھتے تو کیا مشاہدہ ہو گیا، وہ خود بھی اشکبار ہو گئے، خیریت پوچھتے رہے، فرمایا دیر سے آئے ہو کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا ملک سے باہر تھا۔

صاف نظر آ رہا تھا، اب یہ شخص تا دیر شاید ہمارا ساتھ نہ دے سکے۔ روانگی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر آخری ملاقات گھر پہ ہوئی۔ محمد معاویہ سلمہ مجھے اندر لے گئے۔ اب تو بڑی دل خراش صورت حال تھی، بولنا مشکل تھا۔ علالت و نقاہت نے سارے مرحلے طے کر لئے تھے۔ اشاروں اور آنسوؤں سے اپنی بے بسی و ناتوانی بیان کی، میں دیر تک نہ بیٹھ سکا، ماتھا چوما، اور شجاعت و استقامت کے اس کوہ گراں کو فی امان اللہ کہہ کر نکل آیا۔ رقت کی کیفیت دیر تک طاری رہی۔ مجھ سے حضرت امیر شریعت کی متحرک تصویر کی خاموشی دیکھی نہ گئی۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء کشمیر کے دورہ سے راولپنڈی پہنچا تو گھر والوں نے فون کر کے بتایا کہ سید ابوذر بخاری اللہ کو پیارے ہو گئے۔ بڑی جدوجہد کے بعد ۹ بجے صبح کے جہاز سے سیٹ بک ہوئی اور ملتان پہنچکر مسلم ہائی سکول کے گراؤنڈ میں ہزاروں غم کے ماروں کے ہجوم میں نماز جنازہ پڑھی۔ آج پھر کوئی کہہ گیا

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

"ماہنامہ الوعد الحق" ملتان